دینی مدارس......اسلام کے ناقابل تسخیر قلعے

شیخ الحدیث، استاذ العلماء، صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

دینی مدارس کے متعلق چھ سوالات پر مشتمل ایک سوال نامہ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب (مدیر ماہنامہ القاسم) نے شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے پاس بھیجا، انہوں نے اس کا جو بصیرت افروز جواب تحریر فرمایا اسے اہمیت وافادیت کی بناء پر اس مرتبہ سہ ماہی "وفاق" میں اداریے کے طور پر شامل اشاعت کیا جارہا ہے مولانا حقانی صاحب کے سوالات یہ تھے:

(1) وہ کیا اسباب وعوامل ہیں جن کی بناپر ہمارے مدارس جمود و تعطل کا شکار ہوتے جارہے ہیں؟

(2) نظام تعلیم وتربیت میں وہ کون سی خامیاں اور کمزوریاں پیدا ہوگئی ہیں جن کی وجہ سے ہماری محنت مفید و موثر نہیں ہورہی ہے؟

(3) کیا ہمارا متداول نصاب تعلیم عصری تقاضوں کو پورا نہیں کر رہا ہے اس لیے اس کی افادیت کم ہوتی جارہی ہے؟

(4) کیا مدارس دینیہ کے تعلیم و تعلم کا جو اصل مقصد تھا وہ ہمارے دل ودماغ سے اوجھل ہو گیا ہے اس لیے یہ جمود پیدا ہو گیا ہے؟

(5) وہ کون سے اقدامات ہیں جن کے ذریعے پھر سے مدارس کو فعال و متحرک اور مردم خیز بنایا جاسکتا ہے؟

(6) دینی مدارس کو سرکاری تحویل و تسلط سے محفوظ رکھنے کے لیے وہ کون سا بھرپور کردار اور ٹھوس لائحہ عمل اختیار کیا جائے جس سے دینی اداروں کی ساکھ باقی رہے اور انہیں حکومتی دست برد سے بھی محفوظ رکھا جاسکے۔

(مدیر)

دینی مدارس کے متعلق چھ سوالات پر مشتمل آپ کا خط ملا، یہ خط جس دینی جذبے کے تحت آپ نے مرتب کیا وہ قابل تعریف بھی ہے اور قابل تقلید بھی، ذیل میں آپ کے سوالات کے ترتیب وار جوابات دیئے جاتے ہیں۔

(۱) جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے کہ وہ کیا اسباب وعوامل ہیں جن کی بناء پر دینی مدارس جمود و تعطل کا شکار ہوتے جارہے ہیں، اس سوال سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا، دینی مدارس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ جمود و تعطل کا شکار ہورہے ہیں ایک بالکل بے حقیقت بات ہے، مدارس کی تعداد اور طلبہ کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہر خاص وعام کے مشاہدے میں آرہا ہے، جمود و تعطل میں یہ ناممکن ہے، جمود و تعطل میں تو مدارس کو ختم اور طلبہ کو کم سے کم ہونا چاہیے تھا، حقیقت یہ ہے کہ عصر حاضر کو اگر دینی مدارس کے جذبے، ولولے اور حرکت وانقلاب کی نشاط انگیز لہروں کے عروج کا دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

الحمدللہ اس وقت دینی مدارس جس رفتار کے ساتھ ترقی کر رہے ہیں، ان کی طرف لوگوں کا رجحان جس تناسب سے بڑھ رہا ہے، معاشرہ میں ان کے آثار جس قدر نمایاں ہورہے ہیں اور اسلامی ثقافت کی حفاظت اور مسلمانوں کے تشخص وامتیاز کو سالم اور برقرار رکھنے کے لیے کفر کی یلغار کے سامنے دین کے یہ قلعے جس طرح مضبوط ثابت ہورہے ہیں یقین جانیئے سارا عالم کفر اس وقت اس سے لرزہ براندام ہے اور اسے سمجھ میں نہیں آرہا کہ کس

انداز سے ان پر حملہ آور ہوا جائے، انہیں صفحہ ہستی سے کیونکر مٹایا جائے، دینی مدارس کے ساتھ اسلامی معاشرہ کی لنگر انداز کشتی کو کیسے تہذیب باطل کے سیلاب کے حوالہ کیا جائے، مغرب نے گذشتہ چند عشروں سے ذرائع ابلاغ، نام نہاد مسلم صحافیوں اور حکمرانوں کے واسطے سے دینی مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے لیے جو انتھک کوششیں شروع کر رکھی ہیں، وہ سب کے سامنے ہیں، دینی مدارس تعطل و جمود کا شکار ہوتے تو مغرب کو آخر اس واویلا کی کیا ضرورت تھی، وہ کبھی دہشت گردی کے نام سے، کبھی اصلاح نصاب کے عنوان سے، کبھی جدید تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگی کے حوالے سے، کبھی مولوی کو معاشرہ میں عزت کا مقام دلانے کے بہانے سے دینی مدارس کے حسین نظام تعلیم و تربیت میں دخیل ہو کر قرآن و سنت کی تعلیمات کا روشن چراغ بجھانا چاہتا ہے، اسے معلوم ہے کہ جب تک یہ چراغ روشن رہے گا، مغرب کی تاریکی مشرق پر نہیں چھا سکتی، اسے اگر مسلم قوم سے ہمدردی ہے تو عصری تعلیم کی درسگاہوں کی طرف حکمرانوں کی توجہ کیوں مبذول نہیں کراتا، آج ادنی سا شعور رکھنے والا مسلمان بھی عصری نظام تعلیم کے مخرب اخلاق ماحول کی اصلاح کی ضرورت محسوس کرتا ہے، عصری درسگاہوں کے تخریبی ماحول ہی سے بے زار ہو کر عام مسلمانوں کا رجحان دینی مدارس کی طرف بڑھا ہے، مغرب اور مغرب کے پرستار حکمران و صحافی اس نظام تعلیم کی اصلاح کی طرف کیوں توجہ نہیں دیتے جبکہ وہ براہ راست اس کے ذمہ دار بھی ہیں اور اس کی اصلاح کرنا ان کے دائرہ اختیار میں بھی ہے، یہ سب چھوڑ کر دینی مدارس کی اصلاح کی طرف ان کا متوجہ ہونا بجائے خود دینی مدارس کے فعال کردار کی واضح دلیل ہے۔

(۲) جہاں تک تعلق ہے دوسرے سوال کا کہ نظام تعلیم و تربیت میں وہ کون سی خامیاں ہیں جن کی وجہ سے ہماری محنت مفید و مؤثر نہیں ہو رہی ہے، اس سے متعلق عرض ہے کہ آج سے ساٹھ سال پہلے جو نظام تعلیم تھا آج بھی تقریباً وہی نظام ہے بلکہ اس سے بدرجہا بہتر ہوا ہے، یہ ساٹھ سالہ مشاہدہ میرا اپنا ہے۔ اللہ جل شانہ کی توفیق سے میں نے گذشتہ ساٹھ سالہ زندگی دنیا کے دوسرے تمام علائق سے منقطع ہو کر درس و تدریس اور تعلیم و تربیت میں دینی مدارس سے وابستہ ہو کر گذاری ہے، اس وقت دینی مدارس کے نظم و ضبط، تعلیم و تدریس اور نظام زندگی میں بہت سی ایسی خوبیاں شامل ہو گئی ہیں جو پہلے نہیں تھیں، نظام مرتب ہوا، طلبہ کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دی گئیں، ان کی رہائش، کھانے اور دوسری ضروریات کو پورا کرنے کا ایسا مؤثر نظام بنایا گیا کہ ایک طالب علم کو پڑھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے سوا کسی چیز کی فکر نہ ہو اور اس کی توجہ صرف پڑھنے پر مرکوز رہے، البتہ تربیت سے متعلق چند باتیں بعد میں آرہی ہیں۔

(۳) دینی مدارس کے نصاب تعلیم کے متعلق بعض لوگوں کا یہ شبہ بھی درست نہیں کہ وہ عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا نہیں کر رہا، دینی مدارس کے نصاب میں انگریزی، ریاضی، جنرل سائنس غرضیکہ مڈل تک کے تمام ضروری عصری مضامین شامل ہیں، یہاں سے نکلنے والا ایسا نہیں ہوتا کہ وہ دنیا کے حالات، معاشرتی اور سماجی مسائل اور عصر حاضر کی صنعتی اور سائنسی ایجادات و انقلابات سے بالکل بے خبر ہو، الحمد للہ اس کے پاس ضروری معلومات بھی ہوتی ہیں اور اس قدر استعداد بھی ہوتی ہے کہ وہ اگر کسی موضوع سے متعلق تفصیل جاننا چاہے تو اپنے مطالعہ کی بنیاد پر اس تک پہنچ سکے۔ پھر دینی مدارس سے بن سنور کر نکلنے والے جن رجال کار کے علمی رسوخ، پاکیزگی کردار، بلندیٔ اخلاق، جہد و عمل اور ایثار و اخلاص پر ملت کو بجا طور پر فخر ہے جیسا کہ آپ کے خط میں ذکر ہے ان کا نصاب تعلیم بھی یہی تھا جو آج رائج ہے، اس میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ بہتری آئی ہے۔

اسی طرح بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ قدیم نصاب میں فلسفہ، منطق اور فنون کی کئی کتابیں داخل نصاب تھیں جو اب نہیں اس لیے استعداد پر اثر پڑا ہے، درحقیقت یہ نظریہ ہی قابل اصلاح ہے کہ استعداد صرف قدیم یونانی فلسفہ اور منطق کی کتابوں کے بکثرت پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے، فلسفہ اور منطق کی کتابیں درس نظامی میں اس غرض سے شامل کی گئی تھیں کہ متکلمین اسلام اور علمائے سلف نے جو گرانقدر علمی تصانیف چھوڑی ہیں جن میں فلسفہ اور منطق کی بکثرت اصطلاحات ہیں انہیں سمجھا جاسکے اور اصطلاحات سمجھنے اور ان میں ضروری استعداد کے حصول کی حد تک فلسفہ اور منطق کی کتابیں اب بھی داخل نصاب ہیں۔ اصل حقیقت تو یہی ہے لیکن اس پر غور کیجئے کہ پہلے درس نظامی سے فارغ ہونے والے علماء دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارن پور میں عام طور پر موقوف علیہ تک کی تعلیم کے بعد دورۂ حدیث میں شامل ہو کر سند فراغ حاصل کر لیا کرتے تھے۔ موقوف علیہ

میں مشکوۃ شریف، جلالین شریف، ہدایہ اولین، نورالانوار، مقامات حریری، شرح جامی، سلم العلوم، مختصر المعانی، شرح عقائد، میبذی شمار ہوتی تھیں۔ ستر اسی فیصد طلبا یہی کتابیں پڑھ کر عالم بنتے تھے باقی بیس تیس فیصد کچھ مزید کتابیں بھی پڑھتے تھے۔ موجودہ نصاب تعلیم میں موقوف علیہ کے معیار کو کہیں بہتر بنایا گیا ہے۔ اس کا سابقہ نصاب سے موازنہ کرنے سے یہ غلط فہمی خود بخود ختم ہو جانی چاہیے۔ رہی یہ بات کہ حمد اللہ، صدرا، قاضی مبارک، شمس بازغہ داخل نصاب نہیں تو یہ بات بھی خلاف واقعہ ہے۔ چونکہ جیسے پہلے بعض شوقین ان کو پڑھتے تھے وہ اب بھی پڑھتے ہیں اور مختلف مدارس میں وہ پڑھائی جاتی ہیں۔ ہمارا موضوع تو موقوف علیہ اور دورۂ حدیث سے متعلق ہے جو ہر طالب علم کے لیے لازم ہے اور اس میں بڑے پیمانے پر کتب کا اضافہ کیا گیا ہے۔

(۵) آپ کا پانچواں سوال مدارس کو فعال و متحرک اور مردم خیز بنانے کے لیے اقدامات کے متعلق ہے۔ جیسا کہ عرض کیا کہ الحمد للہ دینی مدارس فعال اور متحرک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ، یورپ، مشرق بعید، جنوبی ایشیاء، افریقہ اور آسٹریلیا وغیرہ میں مدارس کا قیام ماضی کے مقابلے میں بڑے تناسب سے بڑھ رہا ہے، آج اسلام نے ان کفرستانوں کے دروازوں پر صرف دستک ہی نہیں دی بلکہ اندر داخل ہو کر وہ ان پر یلغار بھی کر رہا ہے۔

جہاں تک دینی مدارس سے نکلنے والے رجال کار کی بات ہے، یقیناً ماضی کی نسبت سے مؤثر افراد اور رجال کار کے پیدا ہونے کا تناسب کم ہے تاہم صورت حال ایسی بھی نہیں جیسا کہ آپ نے خط میں لکھا ہے کہ "مؤثر علمی اور دینی شخصیتوں کی تیاری تقریباً بند ہو رہی ہے"، حقیقت یہ ہے کہ مؤثر افراد اب بھی پیدا ہو رہے ہیں، گرد و پیش پر ایک نظر ڈالی جائے، دعوت و تبلیغ کا میدان ہو یا جہاد و قتال کا، تدریس و تعلیم کا میدان ہو یا وعظ و خطابت کا، غرضیکہ نوجوان علماء ہر میدان میں آگے آ رہے ہیں۔ ایسے مؤثر نوجوان مبلغین، واعظین، مقررین اور مجاہدین آپ کو نظر آئیں گے جو معاشرہ کو متاثر کرنے اور حق کی آواز مؤثر انداز میں پہنچانے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں اور الحمد للہ عام معاشرے میں اس کے آثار بھی نظر آ رہے ہیں، دعوت و تبلیغ اور جہاد کے جو جذبات واثرات عام معاشرے میں دکھائی دے رہے ہیں، ان میں ان نوجوان مبلغین، واعظین اور مقررین کا بڑا عمل دخل ہے جن کے بیان اور تقریر میں مخاطب کو متاثر کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہوتی ہے اور یہ رجال کار دینی مدارس ہی سے تیار ہو رہے ہیں۔

(٦) دینی مدارس کو سرکاری تحویل و تسلط سے محفوظ رکھنے کے لیے ٹھوس لائحہ عمل کے متعلق آپ نے پوچھا ہے اللہ بزرگ و برتر کا کیا فیصلہ ہے وہ تو معلوم نہیں لیکن ظاہری اسباب کی حد تک وفاق المدارس نے مدارس کے تحفظ اور انہیں سرکاری دست برد سے بچانے کا مضبوط انتظام کیا ہوا ہے، پریشانی کی ضرورت نہیں۔

ہماری حکومتیں شروع ہی سے اپنے اپنے دور میں مختلف تدبیریں اور اوچھے ہتھکنڈے مدارس کی آزادی کو پامال کرنے کے لیے اختیار کرتی رہی ہیں اور ناکام ہوئی ہیں، موجودہ فوجی حکومت کچھ زیادہ ہی سرگرم نظر آ رہی ہے، فوجی ہونے کی وجہ سے شاید یہ اس کی مزاجی خصوصیت ہو، اس سے پہلے جنرل ضیاء الحق کی فوجی حکومت نے زبردست سرگرمی اور جوش و خروش کا مظاہرہ کیا تھا لیکن انجام میں وہ ناکامی سے دوچار ہوئی۔ یہی حال موجودہ حکومت کا ہے، ایک مرحلے میں اس کو ناکامی ہو چکی ہے، مدارس پر دہشت گردی کا الزام لگا کر ان کو بند کرنے کا پروگرام ختم ہو چکا ہے۔ دوسرے مرحلے میں عصری تعلیم کی پیوندکاری کا بھوت اس نے اپنے سر پر چڑھا رکھا ہے اس کو عصری تعلیم سے کوئی دلچسپی نہیں ورنہ عصری درسگاہوں کی اصلاح کی طرف توجہ دیتی، اصل میں علوم قرآن و سنت کی اثرانگیزی اور علماء کی خصوصیت کو ختم کرنا مقصود ہے، ان شاء اللہ وہ اس میں بھی ناکام ہو گی۔

البتہ دینی مدارس کے نظام تربیت سے متعلق یہ بات ضرور پیش نظر رہنی چاہیے کہ یہ دور در حقیقت فتنوں کا دور ہے، قدریں تبدیل ہو گئی ہیں، باطل قوتوں نے خیر کو شر اور شر کو خیر باور کرانے کے لیے تمام ذرائع ابلاغ کو جھونک دیا ہے، اس سے عام آدمی اور عمومی معاشرہ کا متاثر ہونا ایک فطری بات ہے۔ اس لیے اہل مدارس کو نظام تربیت پر آج کے عام ماحول کی وجہ سے خاص توجہ دینی چاہئے، نظام تربیت میں واقع صرف خامیاں دور کرنا کافی نہیں بلکہ پہلے کے مقابلے میں اسے مزید مضبوط اور مستحکم بنانے کی ضرورت ہے، ہر مدرسے کا اولین ہدف ہی یہ ہونا چاہیے کہ وہاں ایک ایسا سازگار اور مردم ساز ماحول بنایا جائے، جس میں رہ کر ایک طالب علم اپنے اندر اخلاص وللّٰہیت، دیانت و امانت، تقویٰ و طہارت اور اسلامی اخلاق و تربیت کے

آثار محسوس کرے، طلب علم کا دور در حقیقت اخذ و استفادہ اور حصول و قبول کا دور ہوتا ہے۔ اس لیے مدرسے کا ماحول جس قدر دینی اور روحانی ہوگا طلبہ پر کسی نہ کسی قدر اس کا اثر ضرور ہوگا، اس کے لیے جہاں منتظمین اور مدرسین کا ان صفات سے متصف ہونا ضروری ہے وہاں وقتاً فوقتاً اصلاحی بیانات، تزکیہ اخلاق و تصوف کی کتابوں کے مطالعہ اور اکابر علماء اور اسلافِ امت کی مبارک زندگیوں کے واقعات اور حالات بیان کرنے کا سلسلہ بھی جاری رکھنا چاہیے، کسی نہ کسی بزرگ سے اساتذہ اور طلبہ کی اصلاح کا تعلق ضرور قائم رہنا چاہیے، اساتذہ کو تو خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہیے کہ کسی اللہ والے سے ان کی نسبت قائم ہو، اساتذہ صاحب نسبت ہوں گے تو طلبہ اور مدرسے کے عمومی ماحول پر اس کا اثر ضرور ہوگا۔ ماضی کے مقابلے میں آج اس سے غفلت برتی جارہی ہے۔ اکثریت اس نظام تربیت کی ضرورت تو کجا افادیت کے ادراک ہی سے بے بہرہ ہے جب کہ ماضی میں نسبتاً اس کا اہتمام زیادہ ہوتا تھا اور اس کے ثمرات بھی مرتب ہوتے تھے۔

آج کا بڑا المیہ ماضی کے تناظر میں یہ بھی ہے کہ علماء کو مغربی علوم اور مغربی ثقافت سے مرعوبیت کی لہر تیزی سے بہائے لے جارہی ہے اور اس کا مشاہدہ آپ ہر جگہ کرسکتے ہیں تمدن کی بے پناہ ترقی کے پیش نظر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم اس کی اپنے ماحول کے مطابق ضروری چیزوں کو اختیار کرتے لیکن ہمارا میلان تعیش کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اسی طرح بطور خاص علماء پر لازم تھا کہ وہ اپنی اولاد کی علوم قرآن وسنت سے وابستگی کا مضبوط انتظام کرتے، لیکن بجائے اس کے ہو یہ رہا ہے کہ وہ ان کو عصری علوم کی تعلیم دلانے اور اس میں کمال پیدا کرانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ کہنے والے نے یونہی نہیں کہہ دیا تھا بلکہ اسلام کی زریں انقلاب آفریں تاریخ کے پیش نظر کہا تھا اور بالکل بجا کہا تھا لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الابما صلح بہ اولھا اور ابھی کچھ عرصہ پہلے ایک بزرگ نے فرمایا تھا النجاۃ فی علوم المصطفیٰ۔ یہ بھی اسی طرح بالکل درست فرمایا تھا۔

جوں جوں خیر القرون سے دوری زیادہ ہورہی ہے انحطاط میں اضافہ ہورہا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ، حضرت مولانا اعزاز علیؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ دارالعلوم دیوبند میں، مولانا حافظ عبداللطیفؒ، مولانا اسعد اللہؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ مظاہر علوم سہارن پور میں، مولانا مفتی کفایت اللہؒ مدرسہ امینیہ دہلی میں، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا رسول خانؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جامعہ اشرفیہ لاہور میں، مولانا خیر محمد جالندھریؒ خیر المدارس ملتان میں، مولانا عبدالحقؒ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں، مولانا مفتی محمد شفیعؒ دارالعلوم کراچی میں، مولانا محمد یوسف بنوریؒ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں، مولانا مفتی محمودؒ قاسم العلوم ملتان میں، مولانا احمد علی لاہوریؒ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں ماضی قریب کے وہ اسلاف ہیں جن پر فخر کیا جاتا ہے۔ ان بزرگوں پر نظر ڈالیے اور ان کے اخلاف پر، تو انحطاط کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکے گا۔ ہمارا مقصد کسی کی توہین یا دل آزاری ہرگز نہیں یقیناً ان میں ایسے اخلاف بھی ہیں جن میں کئی خوبیاں موجود ہیں اور ان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا لیکن اس کے باوجود اسلاف اور اخلاف میں تفاوت بالکل واضح ہے۔

اس بنا پر مدارس میں نظام تربیت کی مضبوطی کے لیے اقدامات بہت ضروری ہیں۔ روحانیت، دیانت، امانت اور صداقت کی کمی یا فقدان زندگی کے ہر مرحلے میں پایا جارہا ہے اور انحطاط بڑھ رہا ہے۔ اس لیے آج کا اہم مسئلہ یہ ہے کہ نظام تربیت کو مستحکم کیا جائے اور مدارس کو روحانیت کی فضا سے معمور کیا جائے۔

ہماری دعا ہے کہ عصر حاضر کی تاریکیوں میں دینی مدارس کا چراغ جلتا رہے، دین اسلام کے یہ چمنستان زندہ رہیں، تابندہ رہیں، آباد رہیں، شاداب رہیں (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔